گجرات، بھارت ۱۹۸۲ء صفحہ نمبر ۷

۹۔ ایضاً صفحہ نمبر ۹

۱۰۔ اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ، تقدیم مولانا محمد سعید احمد نقشبندی فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۱۳۲

ہزار خوف ہو، لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں؟
فقط یہ بات، کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق!
علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق!
مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق
اسی طلسمِ کہن میں اسیر ہے آدم
بغل میں اس کی ہیں اب تک بتانِ عہدِ عتیق
مرے لیے تو ہے اقرار باللساں بھی بہت
ہزار شکر، کہ ملا ہیں صاحبِ تصدیق!
اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو، تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

قرآن حکیم میں خرقِ عادت اسلوبِ تشبیب وادبیت

محمد اعظم سعیدی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قرآن مجید کے اسلوب بدیع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

قرآن مجید کو دوسری کتابوں کے متن کی طرح نہ تو مختلف ابواب و فصول میں تقسیم کیا گیا ہے اور نہ ہی جملہ مطالب ایک فصل میں ذکر کیے گئے ہیں کہ ہر شخص اس میں سے اپنے مطلب کی چیز معلوم کر لے، بلکہ قرآن مجید کو مکتوبات کا مجموعہ فرض کیجیے جیسے ایک بادشاہ مقتضائے حال کی مناسبت سے رعایا کے نام ایک فرمان جاری کرتا ہے پھر دوسرا تیسرا فرمان جاری کرتا ہے، اس طرح بے شمار فرامین جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک شخص ان تمام فرامین کو مجموعہ کی شکل میں جمع کر لیتا ہے اسی طرح مالک مطلق رب تعالیٰ نے مقتضائے حال کے مطابق اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یکے بعد دیگرے آیات نازل فرمائیں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتوں کی شکل میں مرتب کروا دیا پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں خاص ترتیب سے ایک جلد میں جمع کر کے اس کا نام مصحف رکھا گیا۔(۱)

سورتوں کے آغاز و اختتام میں اسلوب کے حوالے سے بادشاہوں کے فرامین کے طریقے کی رعایت کی گئی ہے، جس طرح بعض مکتوبات اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد و تسبیح سے شروع فرمایا ہے، بعض مکتوبات کو بغرض املاء شروع کرتے

ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں کو اس کے املاء کی غرض کے بیان سے شروع کیا اور فرمایا ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين (۲) یا فرمایا سورة انزلنها وفرضنها (۳) صلح حدیبیہ کے میثاق میں بالکل اسی کی مطابقت میں حضور اکرم ﷺ نے تحریر فرمایا تھا هذا ما قضى عليه محمد رسول الله (۴) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسی طرح بعض سورتوں کو بغیر کسی عنوان
کے خطوط ورقعات کے طریق پر شروع کیا گیا ہے جیسے ارشاد فرمایا اذا جاءك المنافقون (۵) یا يها النبى لم تحرم ما احل الله لك (۶) قد سمع الله قول التى تجادلك فى زوجها (۷)

اہل عرب کی فصیحانہ شہرت کا منہ بولتا ثبوت ان کے قصیدے تھے، قصائد کے آغاز میں عجائبات فن، ہولناک مواقع اور نادر مواقع وتماثیل کو بطور تشبیب ذکر کرنا ان کی قدیم رسم تھی، اسی لئے بعض سورتوں کے آغاز میں اسلوب تشبیب کو اختیار کیا گیا ہے جیسے والصّٰفّٰت صفّا ○ فالزّٰجرٰت زجرا (۸) جیسے اذا الشمس كورت واذا النجوم انكدرت (۹) ۔۔۔۔ نیز جس طرح مکتوبات کے اختتام یا تتمہ کو جوامع کلم، نوادر وصایا، احکامات مرقومہ کی تاکید اور ان کی مخالفت پر تہدید کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔ بعینہ اسی اسلوب تشبیب پر بعض سورتوں کے اواخر کو جوامع کلم ،منابع حکم، نادر وصایا، تاکید بلیغ اور تہدید عظیم پر ختم فرمایا گیا ہے۔ کبھی عظیم الفوائد، بدیع الاسلوب کلام بلیغ کو سورت کے وسط میں بطور حمد وثنا، تسبیح وتہلیل، ذکر انعامات اور عطائے انعامات کے بیان سے شروع کیا ہے، جیسا کہ خالق ومخلوق کے مراتب میں تباین (فرق) کو سورۂ نمل کے وسط میں اس طرح شروع کیا گیا ہے۔ قل الحمد لله وسلم على عباده الذين اصطفى الله خير اما يشركون (آیت ۵۹) اس کے بعد والی پانچ آیتوں میں اس دعا کو انتہائی بلیغ وجہ اور بدیع اسلوب سے بیان کیا گیا ہے، اسی طرح بنی اسرائیل کے مخاصمہ کو سورۂ بقرہ کے وسط میں يبنى اسرائيل اذكروا نعمتى التى سے شروع کر کے اسی پر ختم کیا گیا ہے۔ یہ کمال درجہ کی بلاغت ہے، ایسے ہی یہود ونصاریٰ کے مخاصمہ کو سورۂ آل عمران میں ان الدين عند الله الاسلام سے شروع فرما کر محل نزاع کو متعین فرما دیا تا کہ گفتگو کا مدار اسی دعویٰ پر رہے۔ (۱۰)

یہ مقدس اور از آغاز تا اختتام معجزہ کتاب قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نوع انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور فلاح کے لئے نازل فرمائی ہے، جس طرح فقہ کا ایک عالم، آئمہ فقہاء کے تجویز کردہ قوانین استنباط واستخراج پر مبنی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ طرق استنباط وتخریج غایت درجہ کی صحت کو پہنچے ہوئے ہیں تو اسے یقین آجاتا ہے کہ یہ آئمہ علم فقہ میں کامل دسترس رکھتے ہیں، اسی طرح احکام شریعت کے ایک عالم کو جب یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ نوع انسانیت کو زندگی گذارنے کے لئے کیا کیا بتانے کی ضرورت ہے پھر وہ قرآن مجید میں غور وتدبر کرتا ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ ان احکام وعلوم کا بہترین انداز میں بیان ہونا بجز قرآن مجید کے کسی اور کتاب میں ممکن نہیں ہے اور تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ قرآن کریم کی خرق عادت فصاحت وبلاغت اور اسلوب بدیع معجزانہ ہے۔

نزول قرآن سے قبل اہل عرب کی فصاحت وبلاغت اوج ثریا پر کمندیں ڈال رہی تھی، اس فن میں ان جیسی قدرت ومہارت کسی اور قوم کو نصیب نہیں تھی، اسی لئے وہ بطور تعلّی خود کو عرب اور اقوام دیگر کو عجمی کہتے تھے، اس فن میں ان کی یکتائی کا طرفہ یہ تھا کہ وہ مشکل سے مشکل ترین اور خوفناک مواقع میں بھی فی البدیہہ استعارات، تشبیہات اور تماثیل کا اظہار کرتے تھے لفظوں اور مطالب کے استحضار کا عالم یہ تھا کہ ہر وقت خطبے پڑھتے تھے، میدان حرب وضرب میں تلواروں کی چھاؤں تلے رجز یا اشعار تخلیق کرتے تھے، وہ اپنی سحر بیانی سے اپنے جوانوں کو شعلہ فشاں بنا دیتے تھے، شکستہ دلوں میں حوصلہ بھر دیتے تھے، اسلئے وہ برملا یہ دعویٰ کرتے تھے کہ سخن وری میں ہمارا مقابل ومماثل کوئی نہیں ہے ہم ہی اقلیم فصاحت وبلاغت کے شہسوار ہیں۔

اہل عرب کو ولایت فصاحت وبلاغت کی شہنشاہت کا دعویٰ تو تھا لیکن انواع فصاحت وبلاغت اور اصناف استعارات، تشبیہات، تکبیات وتمثیلات اور اقسام ترغیب، ترہیب، تجشیر وتنذیر کا مرقع ومرصع کسی کا کلام (مجموعہ نظم ونثر) نہ تھا، اختلاف مضامین، اختلاف احوال اور اختلاف اغراض میں فرق اظہر من الشمس ہے، ان کے بعض فصحاء اگر مدح میں اعلیٰ پایہ کے ہیں تو ہجوگوئی میں انتہائی پست درجہ میں ہیں اور کچھ اس کے برعکس ہیں، اسی طرح کچھ مرثیہ گوئی میں

ید طولیٰ رکھتے ہیں تو غزل میں ثانی ہیں، پکھ رجز میں فائق ہیں تو قصیدے میں راسخ ہیں یعنی فصحا
عرب کا ہر فصیح صرف ایک دو اصناف میں ہی قد آور نظر آتا ہے، بقول علامہ نور بخش توکلی، امرء
القیس کو گھوڑے اور عورت کی توصیف میں سبقت حاصل تھی، اعشیٰ کو شراب کی تعریف میں تفوق
حاصل تھا، نابغہ کو ترہیب میں اور زہیر کو ترغیب میں شہرت حاصل تھی، ذوالرمہ تشبیب وتشبیہ میں
قدرت تامہ رکھتا تھا، فرزدق غزل میں بلند پایہ رکھتا تھا مگر تشبیب میں اسے کمال حاصل نہ تھا، جبکہ
جریر تشبیب میں بہت اچھا ہے، غرض کہ اختلاف احوال واغراض کے باعث انسان کا کلام مدح
وذم میں تقسیم ہو کر متفاوت ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں فصحاء وبلغاء عرب کا کلام فصل ووصل، عروج
ونزول، تقریب وتبعید وغیرہ میں بھی متفاوت ہے، اس کے برعکس قرآن مجید میں غور کیجیے باوجو
یکہ اس میں وجوہ خطاب مختلف ہیں، کہیں قصص ومواعظ ہیں، کہیں حلال وحرام کا ذکر ہے، کہیں
تحذیر وتبشیر ہے، کہیں وعدہ وعید ہے، کہیں تخویف وتفہیم ہے، کہیں عبد ومعبود کا ذکر ہے، کہیں زمی
وآسمان کی تخلیق کا ذکر ہے اور کہیں اخلاق حسنہ کی تعلیم ہے بایں ہمہ قرآن مجید ہر فن میں فصاحت
وبلاغت کے خارق عادات بلند درجہ میں ہے۔ (۱۱)

جزیرۃ العرب میں ساری دنیا کے مذاہب وعقائد موجود تھے، ہنود، یہود، نصاریٰ، مجو
،صابی، آفتاب ومہتاب پرست، ستارہ وحیوان پرست، اشجار واصنام پرست، تناسخیہ، دہریہ، مشبہ
ومجسمیہ سب وہاں موجود تھے، اور اسی مہیب مرکز میں ایک کامل طبیب روحانی، بانی مذہب رحمانی
خاتم الانبیاء، منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا، اور اپنی حیات مبارکہ کے چالیس سال ان کے درمیا
گذارے، ولادت سے چھ ماہ پہلے والد گرامی اور چھ سال بعد والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو گیا، ا
دریتیم کی تعلیم وتعلم کا کوئی سلسلہ نہ ہو سکا، کیوں کہ مکہ میں کوئی مدرسہ ومکتب نہ تھا، کوئی کتب خا
ولائبریری نہ تھی، اور نہ وطن مالوف سے باہر جا کر حصول تعلیم کا اتفاق ہوا، لہذا حضور اکرم صلی
علیہ وسلم اگر کسی انسان کے تلمیذ ہوتے تو اہل مکہ کو ضرور معلوم ہوتا۔۔۔۔ پھر اس تلمیذ رحمان۔
40 سال کی عمر میں نبوت کا اعلان فرمایا اور اپنی نبوت کے ثبوت میں اہل عرب کے تمام مذاہب
کے فصحا، بلغاء، اور خطباء، اور پیروکاروں کے سامنے جو کتاب پیش فرمائی وہ انہی کی زبان میں تھی
جس کے الفاظ وحروف کلام عرب کی جنس سے ہیں،

تراکیب، استعارات، تشبیہات، تمثیلات، تشبیبات وغیرہ ان کے قصائد وخطبات میں مستعمل
ہیں، بایں ہمہ ان تمام مذاہب کے فصحا، بلغاء، اور خطباء وپیشواؤں نے اس کتاب کو بطور دلیل نبوت
اور منزل من اللہ تسلیم کرنے سے انکار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کی مطاوعت میں
منکرین سے اس کتاب کا معارضہ طلب کیا، اور طلب معارضہ کے چیلنج کو وا شگاف لفظوں میں یوں
دہرایا:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان
بعضھم لبعض ظھیرا

کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان وجنات اس بات پر مجتمع ہو جائیں کہ وہ لائیں ایسا قرآن، تو وہ ایسا
قرآن نہیں لا سکتے،
چاہے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں (۱۲)

وادی ام القریٰ کے امی لقب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب سے یہ معارضہ
احکامات، معاملات، اخلاقیات، اخبارات، پیش گوئیوں یا تذکیر وتاویل میں طلب نہیں کیا تھا اور
نہ ہی اس چیلنج میں ایسا کوئی اشارہ ہے، بلکہ اہل عرب جس فن میں مشاق تھے اسی فن میں ان سے
اس کتاب کا معارضہ طلب کیا تھا، پھر اسی امی لقب رسول نے فصحاء عرب کی معذوری کے پیش نظر
بالفاظ دیگر اپنے چیلنج کی ضخامت میں بے پناہ کمی کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس قرآن جیسی مکمل کتاب
تو تخلیق نہیں کر سکتے، البتہ اگر ہمت ہے اور دعوائے فصاحت وبلاغت ہے تو اس جیسی دس سورتیں
ہی بنا کر دکھادو:

فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین
پس تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لاؤ، اور اگر ہمت ہے تو اللہ کے سوا جسے چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو
(۱۳)

یعنی اے اہل عرب مجھے کہتے ہو کہ میں قرآن بنا لایا ہوں تو تم بھی اپنی فصاحت وبلاغت کے جوہر
آزماؤ اور اللہ کے سوا سب کو بلا کر ان کی مدد سے صرف دس سورتیں گھڑ کر دکھادو، لیکن اہل عرب
اس کا بھی معارضہ پیش نہ کر سکے اور یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ انسانی کلام کبھی بھی الہامی کلام کی

مثل نہیں ہو سکتا، چنانچہ رحمت عالم، پیغمبر کائنات نے اس چیلنج میں مزید کمی کردی اور فرمایا:

فاتو بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صدقين

پس تم اس جیسی ایک سورۃ ہی بنالاؤ اگر ہمت ہے تو، اور اللہ کے سوا جسے چاہو بلالو، اگر تم سچے ہو

(۱۴)

بقول علامہ نور بخش توکلی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ میں کم و بیش 20 سال تک اہل عرب سے معارضہ طلب فرماتے رہے اور فاتو بسورة مثله سے تحدّی فرماتے رہے اور ساتھ ہی ولن تفعلوا (تم ہرگز ایسا نہیں کرسکتے) سے ان کو اکساتے اور غیرت دلاتے رہے، ان کو علی رؤس الاشہاد، جاہل، بے دین، بے عقل، گمراہ، بلکہ ان کے آباؤ اجداد کو بھی گمراہ کہتے رہے، ان کے معبودان باطلہ کو جہنم کا ایندھن کہتے رہے، ان کے جنگ میں متروکہ مال کو مسلمانوں کے لئے مال غنیمت قرار دیتے رہے، پھر ان کے شہر مکہ پر قبضہ ہوا، ان کے نامور سردار قتل ہوتے رہے، کچھ قیدی اور کچھ غلام بنتے رہے، ان کے معبودوں کے مجسمے ٹوٹتے رہے، اور کعبہ بدر ہوتے رہے، اہل عرب اگر چاہتے تو قرآن جیسی ایک چھوٹی سی صورت بنا کر اس تمام خواری، ذلت ورسوائی سے بچ سکتے تھے، مگر 20 سال تک اُن کا اس ذلت ورسوائی کو برداشت کرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ ایک سورت کا معارضہ پیش کرنے سے بھی قاصر رہے، اور قرآن مجید کی یہی خرق عادات فصاحت و بلاغت ہے اور یہی اس کا اعجاز ہے (ملخصاً 15)

قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت، سورۃ کوثر جو تین آیات، دس الفاظ اور اکتالیس حروف پر مشتمل ہے، اس میں خرق عادات (معجزانہ) فصاحت و بلاغت اور اسلوب بدیع کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس سورۃ میں بائیس (۲۲) بدیع حکمتیں اور چار پیش گوئیاں موجود ہیں، گویا اس کا ہر لفظ خرق عادت ادبیت اور فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہے اور یہی کیفیت پورے قرآن میں موجود ہے، تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے الفاظ کی تعداد (77934) کے مساوی بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ انواع ادبیت اور اصناف صنائع و بدائع قرآن میں موجود ہیں، اسی طرح مختلف مفسرین کی تخریج کے مطابق قرآن میں تقریباً تیرہ ھزار معجزات ہیں۔ تو گویا اتنی ہی تعداد میں قرآن کریم میں انواع فصاحت و بلاغت بھی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے مطابق سورہ کوثر میں کی گئی چاروں پیش گوئیاں من و عن پوری ہوئیں (16) صاحب تفسیر کشاف جار اللہ زمخشری نے سورہ کوثر کی خرق عادات ادبیت پر ایک کتاب تحریر فرمائی تھی جس کی تلخیص کر کے امام فخر الدین رازی نے اس کا نام "نهاية الاعجاز فی درایت الاعجاز" رکھا تھا، سورہ کوثر کے حوالے سے امام فخر الدین رازی نے جو صنائع بدائع تحریر فرمائے ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ اپنے لفظوں میں لکھ رہے ہیں:

<u>انا اعطینک الکوثر</u> (اس میں آٹھ بدائع ہیں)

(۱) (الف) یہ جملہ عظیم نعمتیں عطاء کرنے والے معطیٰ عظیم کی طرف سے عطائے کثیر پر شاھد ہے یعنی اس منعم حقیقی کا عطیہ بھی نعمت کثیر و کبیر ہے۔

(ب) کوثر سے مراد قیامت تک کے مومنین امت ہیں۔

(ج) کوثر سے مراد وہ فضائل، خواص، محاسن و مکارم ہیں جو منجانب اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرحمت و تفویض ہوئے، ان ارفع و اعلیٰ عطیات کی ماہیت و حقیقت صرف منعم جانتا ہے یا منعم علیہ۔

(د) کوثر سے مراد نہر کوثر یا حوض کوثر ہے۔

(۲) اسم (انا) کی تقدیم مفید تخصیص ہے یعنی یہ خیر کثیر صرف ہم نے ہی عطاء کی ہے۔

زمخشری کے اس قول پر امام رازی تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ یہاں اسم (انا) یعنی محدث عنہ کی تقدیم مفید تخصیص نہیں، بلکہ یہ تقدیم اثبات خبر کیلئے زیادہ موزوں و موکد ہے۔ اسلئے کہ جب اسم (محدث عنہ) کا ذکر مقدم ہو تو سامع کو خبر کی سماعت کا شوق پیدا ہوتا ہے، اور اس کا ذہن وہ خبر ایسے قبول کرتا ہے جیسے محب، محبوب کو قبول و پسند کرتا ہے، لھذا اس مقام پر اسم کی تقدیم تخصیص کیلئے نہیں ہے بلکہ اثبات خبر کو موکد کرنے کیلئے ہے۔

(۳) عظمت ربوبیت کے اظہار کیلئے ضمیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں لایا گیا ہے۔

(۴) جملہ کے ابتداء میں جو حرف تاکید ہے وہ قسم کے قائم مقام ہے۔

(۵) فعل کو ماضی کے صیغہ میں لانے سے مطلب یہ ہے کہ معطی کریم کی عطائے عاجلہ بہر صورت واقع کے حکم میں ہو۔

(۶) کوثر کے موصوف کو فرط ابہام وشیاع کیلئے محذوف کیا گیا ہے۔

(۷) صفت وہ ذکر کی گئی ہے جس کے معنی میں کثرت ہے اور اسے اس کے صیغہ سے ہی معدول کیا گیا ہے۔

(۸) الکوثر پر لام تعریف اسلئے لایا گیا ہے تاکہ صفت اپنے موصوف کو شامل ہو، یعنی صفت و موصوف میں اتصال واتحاد ہو، اور اس کے معنی میں کثرت کامل ہو۔

<u>فصلِّ لربّک وانحر</u> (اس میں بھی آٹھ بدائع ہیں)

(۱) فصلِّ = اس میں فاء تعقیب مستعار ہے، تاکہ اسے درج ذیل دو باتوں کے معنی کیلئے سبب بنایا جائے۔

(الف) انعام کثیر۔۔۔جو کہ منعم کے شکر وعبادت میں دائمی تسلسل کا سبب بن جائے۔

(ب) انعام کثیر۔۔۔دشمن کی افواہوں کی پرواہ وفکر نہ کرنے کا سبب ہے۔ دشمن (شانی) عاص بن وائل نے کہا تھا ان محمداً صنبور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی کوئی اولاد نہ ہو گی، اسی قول کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی تھی۔

(ج) صنبور کا معنی ہے۔ خرما بن تنہا گانہ۔ مرد فرد بے بر، بے برادر، بے فرزند (17)

(۲) دو لام لانے کا مطلب ومقصد یہ ہے کہ عاص بن وائل اور اس کے ہم نواؤں کے دین پر تعریض ہو جائے اسلئے کہ ان کی عبادت وقربانی غیر اللہ کیلئے تھی، نیز اس سے مقصود یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طریق پر ثابت قدم رہیں اور اپنی عبادت وقربانی کو صرف ذات باری تعالیٰ کیلئے خالص ومختص کر دیں۔

(۳) صلوۃ اور نحر سے واضح ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں (۱) خالص بدنی عبادت جن میں نماز سب سے مقدم ہے (۲) مالی عبادت جن میں اعلیٰ اونٹوں کی قربانی مقدم ہے۔

(۴) صلوۃ یعنی نماز اور اونٹوں کی قربانی سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو قلبی لگاؤ تھا، نماز کے حوالے سے آپ کا ارشاد ہے وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں

بتائی گئی ہے، نیز ایک روایت کے مطابق اونٹوں کی قربانی آپ کو محبوب تھی ایک دفعہ آپ نے اعلیٰ نسل کے سو اونٹ قربانی کیلئے بھیجے اور
ان میں ابو جہل والا وہ قیمتی اونٹ بھی شامل تھا جسکی نکیل سونے کی تھی (18)

(۵) پہلے لام کی دلالت کے باعث دوسرے لام کو محذوف کیا گیا ہے۔

(۶) حق سجع کی رعایت ہے اور یہ حسن جملہ بدائع ہے یعنی قائل جسے بغیر کسی تکلف وتصنع کے طبعی طور پر فی البدیہہ لائے۔

(۷) لِـــربّک میں دو خوبیاں ہیں (۱) اس میں التفات ہے (۲) مضمر کی جگہ لفظ مظہر اسلئے استعمال کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے غلبہ قدرت کا اظہار ہو۔

(۸) اس جملہ سے واضح ہوا کہ حق عبادت تو یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادت کو اپنے رب اور منعم حقیقی کیلئے خاص کر دے۔ دوم یہ کہ جو بندہ اپنے رب کی عبادت کو ترک کر کے کسی اور کی عبادت کرتا ہے۔ اس کی اس خطاء پر تعریض کی گئی ہے۔

تعریض کا معنی ہے= ایک لفظ اپنے معنی میں مستعمل ہو مگر اس کے ساتھ ہی اسی لفظ سے دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا جائے (ملخصاً 19)

<u>انّ شانئک ھو الابتر</u> (اس جملہ میں پانچ بدائع ہیں)

(۱) یہ جملہ بر سبیل استیناف بیان کیا گیا ہے تاکہ حضور اکرم ﷺ صلوۃ اور نحر کے حکم کے باعث شانی 'دشمن' عاص بن وائل کی خرافات وہفوات وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ خود عاص کو ہی لائق توجہ نہ سمجھیں، استیناف کا یہ استعمال بہت ہی خوب ہے اور قرآن مجید میں اکثر مقامات پر صنعت استیناف استعمال ہوئی ہے۔

(۲) ممکن ہے اغراض کے خاتمہ کیلئے سیاق حکمت پر یہ جملہ معترضہ لایا گیا ہو جیسے ان خیر من استاجرت القوی الامین (۲۰) میں ہے، یہاں شانی سے مراد عاص بن وائل ہے۔

(۳) یہاں شانی عاص کو اس کے نام سے نہیں بلکہ اس کی صفت سے ذکر کیا گیا ہے، تاکہ اس میں ہر وہ شخص آجائے جو دین حق اور پیغمبر برحق کی مخالفت میں عاص بن وائل کی مانند ہو۔

(۴) جملہ کے ابتداء میں حرف تاکید لا کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ عاص کا قول مبنی بر کذب ہے

جو اس کے کینہ بغض اور عناد کا نتیجہ ہے اسی لئے اس کو شانی کہا گیا ہے۔

(۵) دشمن شانی کے ابتر ہونے کو بدرجہ کمال ثابت کرنے کیلئے خبر کو معرفہ لایا گیا ہے، گویا کہ عاص بن وائل ہی جھوراور صنبور ہے، خلاصہ یہ کہ یہ سورت جو بظاہر چھوٹی سی ہے لیکن علو مطلع و مقطع، نکات جلیلہ اور محاسن کثیرہ کی جامع ہے، انسان جو اپنے مجادل ومخاصم کو جس تصنع وحیلہ گری سے مغلوب وساکت کر لیتا ہے، یہ سورت ایسی تصنع، اور لفاظی سے خالی ہے (ملخصاً ص ۲۱)

گذشتہ اوراق میں یہ عرض کیا تھا کہ سورہ کوثر کی تین چھوٹی آیتوں میں چار پیش گوئیاں موجود ہیں اور چشم عالم نے انہیں پورا ہوتا ہوا بھی دیکھا ہے نیز مشکواۃ شریف کے باب اخراج

الیہود من جزیرۃ العرب میں بھی

ان پیش گوئیوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۱) عطائے کوثر = بعض روایات کے مطابق کوثر سے مراد کثرت اتباع ہے، اس پیش گوئی کی صداقت دنیا میں بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ کے کلمہ گو متبعین اکثر و وافر ہیں، اور روز حشر بلحاظ امت آپ تمام نبیوں سے بڑھ کر ہونگے۔

(۲) وانحر = یعنی قربانی کر، یہ امر کا صیغہ ہے، اس میں اشارہ ہے کہ آپ کو اور آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ خوشحالی اور تونگری عطا فرمائے گا، جس کے باعث وہ قربانی ادا کرتے رہیں گے، یہ پیش گوئی بھی ایسی پوری ہوئی ہے کہ گذشتہ چودہ صدیوں سے امت کے بکثرت تونگر قربانی کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی تونگری عطا فرمائی کہ آپ کئی کئی مینڈھوں کی قربانی دیتے اور ایک مرتبہ تو آپ نے سو اونٹ قربانی کیلئے دیئے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

(۳) حضور اکرم بے اولاد یا بے نام ونشان نہیں ہونگے، بلکہ ابدالآباد تک آپ کا نام روشن رہے گا، یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی، کیونکہ امت کے تمام اہل ایمان آپ کی اولاد ہیں بمصداق آیت... **النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم... وازواجہ امھٰتھم** سو آپ کی مؤمن اولاد قیامت تک رہے گی اور بمصداق آیت...... ورفعنالک ذکرک ...... قیامت تک آپکے نام کا چرچا رہے گا۔

(۴) حضور اکرم کا دشمن شانی ہی بے اولاد مرے گا، اور اس کے پیچھے کوئی اس کا نام لیوا نہ ہو گا، یہ پیش گوئی بھی سو فیصد پوری ہوئی، عاص بن وائل بے اولاد یعنی شانی ہو کر مرا، اس کی نسل منقطع ہو گئی، آج کوئی اس کا نام لیوا بھی نہیں ہے، چنانچہ یہ چاروں پیش گوئیاں بھی پوری ہوئیں

(ملخصاً 22)

حوالہ جات

(۱) فوز الکبیر فی اصول التفسیر مطبع مجتبائی دہلی ملخصاً ص 21

(۲) شروع سورۂ بقرہ آیت 2

(۳) شروع سورۂ نور آیت 1

(۴) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی، ملخصاً ص 125

(۵) شروع سورۂ منافقون آیت 1

(۶) شروع سورۂ تحریم آیت 1

(۷) شروع سورۂ مجادلہ آیت 1

(۸) شروع سورۂ صافات آیت 2-1

(۹) شروع سورۂ تکویر آیت 2-1

(۱۰) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 282

(۱۱) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 272

(۱۲) سورۂ بنی اسرائیل آیت 88

(۱۳) سورۂ ہود آیت 13

(۱۴) سورۂ یونس آیت 38

(۱۵) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 271

(۱۶) مشکواۃ باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب

(۱۷) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 392 حوالہ 38

(۱۸) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 328

(۱۹) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 392 حوالہ 39

(۲۰) سورۂ قصص آیت 26

(۲۰) نہایت الاعجاز، بحوالہ سیرت رسول از توکلی ملخصاً ص 328

(۲۲) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی ملخصاً ص 318

بر تر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی!
زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بیکراں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

Seminar Library
Department of Islamic History
University of Karachi

قبلہ اوّل خانہ کعبہ یا بیت المقدس؟

شاکر حسین خان

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

قبلہ (ق ب ل) عربی اسم مذکر ہے سامنے یا مقابلے کی چیز کو قبلہ کہتے ہیں اقبلہ، قبل سے بنا ہے جس کے معنی، جانب، طرف اور مقابلہ کی طاقت کے ہیں[2]۔ جانب و طرف کی مثال کے لیے قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔ ''لیس البران تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ۔۔۔ (الخ)[3]۔ ترجمہ: نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی[4]۔

قبل، مقابلہ کی طاقت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اس مثال کے لیے قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ ہو: ارجع الیھم فلنا تیھم بجنود لا قبل لھم بھا ۔۔۔ (الخ)[5]۔ ترجمہ: ''ان کے پاس واپس آجاؤ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر حملہ کرینگے جس کے مقابلے کی ان میں طاقت نہ ہوگی''[6]

قبلہ کی اصطلاحی تعریف یوں کی جا سکتی ہے'' قبلہ وہ ہوتا ہے جس کی طرف رخ کر کے عبادت کی جاتی ہے'' مثلاً مسلمان پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی شرط ہے کہ نمازی کا چہرہ اور سینہ قبلے کی جانب ہو اور پاؤں کی دسوں انگلیاں بھی قبلہ رخ ہونی چاہئیں ۔ سید نعیم الدین مراد آبادی، آیت'' وحیث ما کنتم فولو وجوھکم شطرہ '' کے تحت رقمطراز ہیں کہ'' اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں رو بقبلہ ہونا فرض ہے''[8]

قبلہ کا لفظ قرآن کریم میں چار مقامات پر آیا ہے وہ یہ ہیں سورۃ البقرۃ کی آیات ۱۴۳۔۱۴۴۔۱۴۵اور سورۃ یونس کی آیت ۸۷۔ جبکہ قبلتک ،ایک مرتبہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۵ میں اور قبلتهم دو مرتبہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۲اور ۱۴۵ میں آیا ہے[۹]۔

مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہے۔ کعبہ (ک‌ع ۔ بہ) عربی اسم مذکر ہے، اس کے لغوی معنی چار گوشوں والی چیز (مربع) کے ہیں۔ اہل اسلام کے متبرک اور مقدس مقام کا نام جہاں ہر سال حج ہوتا ہے، یہ عمارت چار گوشوں والی ہے[۱۰]۔ یہ چار گوشوں والی عمارت یعنی خانۂ کعبہ مسجد الحرام میں واقع ہے اور مسجد الحرام شہر مکہ میں ہے اور مکہ معظمہ عرب کا مشہور و معروف شہر اور دنیا کے وسط میں واقع ہے۔ یہ ہمیشہ سے لوگوں کا مرکز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیما للناس ۔۔۔ (الخ)[۱۱] ترجمہ: ”بنایا ہے اللہ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقا کا باعث ہے لوگوں کے لیے“[۱۲]

حدود حرم میں جانوروں کا شکار ممنوع ہے اور اس شہر میں جنگ وقتال کرنا بھی منع ہے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ”جعل اللہ الکعبۃ کے تحت رقمطراز ہیں“ ”جس طرح کعبہ اور اس کی حدود جانوروں کے لیے امن گاہ ہے، اسی طرح کعبہ انسانوں کے حفظ و بقا کا بھی سبب ہے۔ قیام اصل میں قوم تھا واؤ کا ماقبل مکسور تھا اس لیے اسے یاء سے بدل دیا گیا۔ والمراد بہ ما یقول بہ امر الناس (المعاد) کعبہ مقدس تکوینی اور تشریعی دونوں لحاظ سے لوگوں کے حفظ و بقا کا ذریعہ ہے۔ تکوینی لحاظ سے تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی عزت وعظمت لوگوں کے دلوں میں ایسی مستحکم کر دی ہے کہ اس زمانے سے جب کہ جزیرۂ عرب میں کوئی حکومت نہ تھی کوئی قانون نہ تھا، کوئی دین نہ تھا اور قتل وغارت کی گرم بازاری تھی اس وقت بھی یہاں کوئی کسی کو چھیڑتا نہیں تھا، باپ کا قاتل بھی اگر وہاں آجائے تو اس کی طرف بھی بری نظر سے نہ دیکھا جاتا، باوجود یہ کہ گوشے گوشے سے لوگ یہاں جمع ہوتے اور کاروبار کرتے یہ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی فاجعل افئدۃ من الناس تهوی الیهم وارزقهم ۔ اور تشریعی طور پر اس طرح کہ حج وعمرہ کی عبادت یہاں ہی ادا کی جاتی ہیں[۱۳]۔

سید نعیم الدین مراد آبادی رقمطراز ہیں ”اگر کوئی شخص قتل وجنایت کر کے حرم میں داخل ہو تو وہاں نہ اس کو قتل کیا جائے نہ اس پر حد قائم کی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں، یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے[۱۴]۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو شخص حرم کے اندر آجائے وہ امن میں آجاتا ہے اس کو قتل کرنا جائز نہیں[۱۵]۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی سورۃ القریش کے تحت رقمطراز ہیں“ ”مکہ چونکہ حرم تھا اس لیے قریش کو یہ خطرہ نہ تھا کہ ان کے شہر پر عرب کا کوئی قبیلہ حملہ کر دے گا اور قریش چونکہ خانۂ کعبہ کے مجاور تھے اس لیے اس کے تجارتی قافلے بے کھٹکے عرب کے تمام علاقوں سے گزرتے تھے اور کوئی ان کو نہ چھیڑتا تھا[۱۶]۔

کعبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے ہی سے لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا۔ جناب رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بھی کعبہ لوگوں کا قبلہ تھا۔ کعبہ کا حج کیا جاتا تھا۔ لوگ دور دراز کا سفر کر کے خانۂ کعبہ کی زیارت کرنے آتے تھے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہمیشہ سے خانۂ کعبہ کا ادب واحترام کرتی رہی ہے، یہی ان کا قبلہ رہا، کعبہ کی شان وعظمت وجلال لوگوں کے دلوں میں پیوست تھی۔ اگر کسی بدبخت نے کعبہ کو بری نظر سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے صرف اس کی وہ نظریں ہی نہیں بلکہ اس کے وجود ہی کو فنا کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ” مکہ بڑے بڑے جابروں کی گردنیں توڑ دیتا ہے، جس جابر نے اصحاب فیل کی طرح کعبہ (کو ڈھانے) کا ارادہ کیا اللہ نے اس کی گردن توڑ دی“[۱۷]

واقعہ فیل، جناب رسول کریم ﷺ کا ولادت باسعادت سے قبل رونما ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ پر بری نظر کرنے والے یمن کے حاکم ابرہہ اور اس کے لشکر کو جو ہاتھیوں پر سوار تھا۔ مکہ معظمہ سے قریب واقع وادی محسر میں چھوٹے چھوٹے سبز و زرد رنگ کے پرندوں کے ذریعے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

شبیر احمد عثمانی رقمطراز ہیں کہ ” یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا، بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی

نشان آپ ﷺ کی آمد آمد کا تھا اور ایک غیبی اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی فوق العادت حفاظت فرمائی ہے اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اس طرح کرے گا اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دے گا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استحصال کر سکیں۔ ۱۸

خانہ کعبہ کی تعمیر کی ایک تاریخ ہے جس میں کعبہ کی تعمیر کے متعلق مختلف نوعیت کی روایات مرقوم ہیں، جن سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے، جس کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں نے یا سیدنا آدم علیہ السلام نے بیت المعمور کے بالکل مقابل کی۔ ''ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کی ٹھیک محاذات میں فرشتوں کا کعبہ ہے اس کو بیت المعمور کہتے ہیں ۱۹ چنانچہ دنیا میں پہلا گھر جو عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ خانہ کعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبرکا و ھدی للعلمین۔ ۲۰ ترجمہ: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا راہنما ۲۱

ڈاکٹر علامہ اقبال کہتے ہیں:

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا۔ ۲۲

سید نعیم مراد آبادی آیت مذکورہ کا شان نزول بیان کرتے ہیں کہ ''یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے، کعبہ سے افضل اور اس سے پہلا ہے، انبیاء کا مقام ہجرت وقبلہ عبادت ہے مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ سب سے پہلا مکان جس کو اللہ تعالیٰ نے اطاعت وعبادت کے لیے مقرر کیا ہے وہ کعبہ معظمہ ہے، جو شہر مکہ میں واقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ معظمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا''۔ ۲۳

''حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد، قتادہ، سدی وغیرہ صحابہ وتابعین اسی کے قائل ہیں کہ کعبہ دنیا کا سب سے پہلا گھر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات پہلے بھی

بن چکے ہوں مگر عبادت کے لیے یہ پہلا گھر بنا ہو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی منقول ہے۔ ۲۴

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ زمین پر سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''مسجد الحرام'' میں نے عرض کی اس کے بعد تو فرمایا ''مسجد اقصیٰ'' میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''چالیس سال''۔ ۲۵

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں کہ ''حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے اول زمین پر کعبہ کی عمارت بنائی تھی۔ ۲۶

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رقمطراز ہیں کہ ''مسجد حرام کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام اور مسجد اقصیٰ کے پہلے معمار آپ کے کوئی فرزند تھے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب یہ عمارت منہدم ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی''۔ ۲۷

مفتی محمد شفیع کہتے ہیں کہ ''بیت المقدس کی ابتدائی تعمیر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے بیت اللہ کی تعمیر سے چالیس سال بعد میں ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو بیت المقدس کی تعمیر کی یہ بھی بیت اللہ کی طرح بالکل نئی اور ابتدائی تعمیر نہ تھی، بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بناء ابراہیمی پر اس کی تجدید کی ہے''۔ ۲۸ یعنی بیت المقدس کا سنگ بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا اس سے قبل مسجد اقصیٰ کا وجود نہیں تھا۔

مولانا ابوالحسن علی الحسنی الندوی رقمطراز ہیں ''و بنی اسحق بیت اللہ فی الشام، کما بنی أبوہ وأخوہ بیتا اللہ فی مکہ وھذا المسجد الذی بناہ اسحق فی الشام ھو بیت المقدس''۔ ۲۹ یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام نے شام میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک گھر تعمیر کیا جیسا ان کے والد اور بھائی نے مکہ معظمہ میں ایک گھر تعمیر کیا تھا اور وہ مسجد جو جناب اسحٰق علیہ السلام نے شام میں بنائی وہ بیت المقدس ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں آباد کیا تھا اور

انکے ہمراہ خانہ کعبہ کی جدید تعمیر کی تھی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو شام میں بسایا، شام میں کوئی مسجد نہ تھی اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ساتھ شام میں ایک نئی مسجد تعمیر کی جس کا نام بیت المقدس ہے۔ حدیث میں بھی یہی مراد ہے کہ خانہ کعبہ کی جدید تعمیر یعنی تعمیر ابراہیمی کے چالیس سال کے بعد بیت المقدس کی تعمیر ہوئی اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

علامہ فیض احمد اویسی یہ کہتے ہیں کہ" کعبۃ اللہ کی مسجد کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی، اس کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے حکم سے مسجد اور شہر کی تجدید کی گئی۔۴۰

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر بیت المقدس کی تعمیر کا کام سر انجام دیا اس طرح دونوں مساجد میں چالیس سال کا فرق ہے۔۴۱

الغرض کعبہ تعمیری اعتبار سے بیت المقدس سے کم از کم چالیس سال قدیم اور فضیلت کے اعتبار سے عظیم ہے۔ شہر مکہ کو جو تجارتی، معاشی، معاشرتی، تمدنی، مدنی اور جغرافیائی لحاظ سے اہمیت حاصل ہوئی اس کا سبب بھی یہی خانہ کعبہ بنا۔

اب یہ مسئلہ کہ مسلمانوں کا قبلہ اول خانہ کعبہ ہے یا بیت المقدس؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ اول خانہ کعبہ ہی ہے۔ مسلمانان مکہ، ہجرت مدینہ سے قبل بھی خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے، کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے اس بات کی شہادت ملے کہ اہل مکہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ جب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مسلمانان مکہ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے باجماعت نماز مسجد الحرام میں ادا کی۔ البتہ ہجرت مدینہ کے بعد چند ماہ کے لیے جناب رسول کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

علامہ فیض احمد اویسی رقمطراز ہیں کہ" ہمارے نبی کریم ﷺ کا قبلہ کعبہ معظمہ تھا لیکن آپ نے ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ چنانچہ بخاری شریف میں

ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔۴۲ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گیا کہ آپ ﷺ اپنے کعبہ ہی کو اپنا قبلہ بنالیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

قد نری تقلب وجھک فی السمآء فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام ط وحیث ما کنتم فولو وجوھکم شطرہ ۔۔۔(الخ)۴۳

ترجمہ: ہم ملاحظہ کررہے ہیں تمہارے چہرے کے بار بار اٹھنے کو طرف تو ضرور پھیر دیں گے ہم تم کو تمہارے پسندیدہ قبلہ کی طرف تو اب پھیر دو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف۔۴۴

چنانچہ جس کعبہ کی طرف رخ کر کے قبل از ہجرت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نماز پڑھتے تھے جس کعبہ کو آپ پسند کرتے تھے، جس کعبہ کی بنیاد ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام نے رکھی جس کعبہ کی تعمیر آپ کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام نے کی جو دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ اور انسانوں کا قبلہ اول ہے۔ اسی قبلہ اول کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کر دیا گیا۔

علمائے تفسیر نے یہی بیان کیا ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ اس سے قبل و بعد آپ نے صرف خانہ کعبہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ چنانچہ ان دلائل و براہین سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ ہر دو طرح سے خانہ کعبہ ہی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے اور مسلمانوں کا قبلہ اول بھی یہی خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں ہے۔ بیت المقدس ایک مقدس و محترم مقام ہے، اللہ کا گھر ہے، لیکن اس کو قبلہ اول کہنا کسی بھی طریق سے مناسب نہیں بلکہ بیت المقدس کو قبلہ اول کہنے سے آیت قرآنی کا انکار اور توہین کعبہ کا پہلو نکلتا ہے اور یہ ثابت بھی نہیں ہوتا کہ جناب رسول کریم ﷺ و اصحاب کرام کا قبلہ اول بیت المقدس ہے اور یہ حضرات قبل از ہجرت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے بلکہ ایسا کہنا بھی ان مقدس ہستیوں پر بہتان و الزام تراشی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ فیروز الدین، مولوی، الحاج، فیروز اللغات اردو جامع، ص ۹۴۸، مطبوعہ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور

۲۔ نعمانی، عبدالرشید، محمد، مولانا، لغات القرآن، جلد پنجم ص ۷۶، مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی، ۱۹۹۴ء

۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۷

۴۔ ترجمہ محمود الحسن دیوبندی، مطبوعہ پاک کمپنی، لاہور

۵۔ سورۃ نحل، آیت ۳۷

۶۔ ترجمہ فتح محمد جالندھری مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

۷۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۴

۸۔ حاشیہ آیت مذکورہ، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

۹۔ عبدالباقی، محمد فواد، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ص ۷۶۲، مطبوعہ منشورات ذوی القربی ۱۹۸۸ء

۱۰۔ فیروز الدین، مولوی، الحاج، فیروز اللغات اردو جامع، ص ۱۰۱۹، مطبوعہ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور

۱۱۔ سورۃ المائدہ، آیت ۹۷

۱۲۔ جمال القرآن، ترجمہ قرآن کریم، از پیر محمد کرم شاہ الازہری، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

۱۳۔ شاہ، محمد کرم، پیر، ضیاء القرآن، جلد اول ص ۵۱۲۔۵۱۳، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

۱۴۔ مراد آبادی، نعیم الدین، محمد، سید، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۱۱۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

۱۵۔ پانی پتی، ثناء اللہ، محمد، علامہ تفسیر مظہری (اردو) ص ۳۰۲، مطبوعہ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی، دہلی، دسمبر ۱۹۶۲ء

۱۶۔ ترجمہ قرآن وحواشی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۰۳ء

۱۷۔ پانی پتی، ثناء اللہ، محمد، علامہ، تفسیر مظہری (اردو) ص ۲۹۹، مطبوعہ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی، دہلی، دسمبر ۱۹۶۲ء

۱۸۔ عثمانی، شبیر احمد تفسیر عثمانی حاشیہ سورۃ النحل، مطبوعہ پاک کمپنی، لاہور

۱۹۔ تفسیر عثمانی، سورۃ الطور، حاشیہ آیت ۴

۲۰۔ سورۃ آل عمران، آیت ۹۶

۲۱۔ ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

۲۲۔ کلیات اقبال (بانگ درا حصہ سوم) ص ۱۵۹، مطبع غلام علی پبلشرز، لاہور ۱۹۹۹ء

۲۳۔ تفسیر خزائن العرفان حاشیہ آیت مذکورہ

۲۴۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، جلد دوم ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی ۱۹۶۹ء

۲۵۔ پانی پتی، ثناء اللہ، محمد، علامہ تفسیر مظہری (اردو) ص ۲۹۹۔۳۰۰، مطبوعہ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی، دہلی، دسمبر ۱۹۶۲ء

۲۶۔ ایضاً ص ۲۹۹

۲۷۔ ضیاء القرآن، جلد اول ص ۲۵۴

۲۸۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، جلد دوم ص ۱۱۳

۲۹۔ الندوی الحسنی، ابوالحسن علی، مولانا، قصص النبیین، الجزالاول ص ۳۵، مطبوعہ مجلس نشریات اسلام، کراچی

۳۰۔ ماہنامہ، فیض عالم، بہاولپور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص ۹

۳۱۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری (ابن حجر عسقلانی) جلد سوم،

۳۲۔ ماہنامہ، فیض عالم، بہاولپور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص ۱۱

۳۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۴

۳۴۔ ترجمہ معارف القرآن، سید محمد کچھوچھوی، مطبوعہ گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک

تعلیم کا مسئلہ اور اس کا حل

ڈاکٹر برہان الدین فاروقی

تخلیق پاکستان کے بعد پاکستان کو اسلامی بنیادوں پر مستحکم نہ کیا جاسکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جن مؤثرات نے اس راہ میں رکاوٹ پیدا کی، ان کا نہ تو تعین کیا جاسکا نہ تدارک۔ ان مؤثرات کا تدارک نہ کرسکنے کا سبب ہمیں اپنی تاریخ کے اب سے بہت پہلے کے دور میں تلاش کرنا چاہیے۔ یہ واقعہ خاص توجہ کا مستحق ہے کہ برعظیم پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرتبے کا مصلح پیدا ہوا، پھر بھی ملک کو استعماری غلبے کا شکار ہونے سے نہ بچایا جاسکا۔

یہ واقعہ چار مؤثرات کا نتیجہ ہے: ایک یہ کہ تکمیل دین کا تصور مسخ ہوگیا تھا اور انسان کامل چند مابعد الطبعی عقائد، چند اخلاقی اسباق، چند تمدنی ضوابط، چند اخلاقی اصولوں، چند عدالتی قوانین اور چند رسوم و ظواہر میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ تصور دین کے مسخ ہوجانے کا سبب یہ تھا کہ معیاری دین اور معمول بہ دین میں امتیاز کا شعور زائل ہوگیا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ جو اصلاحات حضرت مجدد نے تجویز فرما کر جہانگیر سے نافذ کرائیں، ان کے نفاذ کے بعد اس دور کے علماء نے محسوس کیا کہ اب کچھ کرنے کو باقی نہیں رہا؛ حالانکہ ان اصلاحات سے اس ملک میں اسلام کی صرف وہ حیثیت بحال ہوئی تھی جو دین الٰہی اکبرشاہی سے پہلے اسلام کو حاصل تھی۔

دوسرے یہ کہ ہم زوال پذیر مطلق العنانی کا بدل سیاست میں اور زوال پذیر

جاگیرداری نظام کا بدل معیشت میں تلاش نہ کرسکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دیر تک اپنی سیاسی آزادی کو برقرار نہ رکھ سکے۔ اور معاشی انقلاب کی قیادت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی۔

تیسرے یہ کہ ہم زندگی کی وحدت اور اخلاق و معیشت کے ربط کے شعور سے محروم ہو گئے۔ جب استعماری نظام کو غلبہ ہوگیا تو پوری برطانوی حکومت کے وسائل یہ باور کرانے کے لئے استعمال کئے جاتے رہے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے۔

چوتھے یہ کہ زندگی لادینی نظام کے تابع ہوگئی۔ معاشرہ یوں لادینی ہوگیا کہ پہلے معاشرے میں وحدت کے شعور کی اساس فتاوائے عالمگیری کے حوالے سے حنفی نظام فقہ تھا۔ شرعی عدالتوں کے ختم ہوجانے سے اور برطانوی اقتدار کی سعی سے عمرانی وحدت کے شعور کی بنیاد جغرافیائی وفاداری بن گئی۔ معیشت میں لادینی انداز یوں پیدا ہوا کہ ہمارا جاگیرداری کا حامل معاشرہ ادائے حقوق کے اصرار پر قائم تھا۔ جب قوم پرستوں کی جاگیریں ضبط کرلی گئیں اور غیر ملکی اقتدار نے اپنے وفادار پیدا کرنے کے لیے غداروں کو جاگیروں کا حق ملکیت دے کر نیا جاگیری نظام نافذ کیا تو جاگیردار عوام کے حقوق کی ذمہ داری کے شعور سے آزاد ہوگیا اور صرف اپنے اپنے حقوق کے مطالبے اور نگہداشت کی فضا پیدا ہوگئی۔ نظام تعلیم لادینی ہوگیا۔ نصاب میں مذہب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہا۔ مذہب انفرادی، نجی، شخصی، باطنی پہلو سے وابستہ ہو کر رہ گیا۔ اب چونکہ زندگی پر عقائد کا کوئی اثر نہ رہا، اس لئے عقائد، اوہام باطلہ بن گئے اور عبادات، رسوم و ظواہر ہو کر رہ گئیں۔

ہر چند کہ اپنے احیاء کی ہر تحریک میں ہم نے جان کی بازی لگائی اور نعرہ ہائے مستانہ بلند کئے مگر سب تحریکیں شعلۂ مستعجل ثابت ہوئیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہماری فکری بنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔

موجودہ نظام تعلیم غیر ملکی اقتدار کا ترکہ ہے:

جس نظام نے ہمارے عمرانی ثقافتی اختلال کو مکمل کیا، اس کا اندازہ اس کے مصنف ہی کی زبان سے زیادہ صحیح ہوسکے گا۔

سر چارلس ٹریویلین (Sir Charles Trevelyan)، لارڈ میکالے کا رشتہ